خطبہ جمعہ

آپ کو اگر عزیز و رحیم خدا سے تعلق جوڑنا ہے تو لازماً عزت والا غلبہ حاصل کرنا چاہئے

جب تک ہم آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چلیں گے ہم اس وجہ سے کہ محمد کا رب عزیز ہے ہم بھی عزیز ہونگے اور یقیناً عزت کے ساتھ دائمی غلبہ حاصل کریں گے اور کرتے چلے جائیں گے

جماعت احمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک یہ ظاہر کرتا چلا جا رہا ہے کہ ہر سال جماعت احمدیہ کا غلبہ بڑھتا چلا جاتا ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ یکم جون ۲۰۰۱ء یکم احسان ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

صفت رحیمیت کا مضمون ابھی جاری ہے اور اس میں بعض جگہ آپ دیکھیں گے کہ یہ جو جوڑا بنا ہوا ہے اس میں فرق پڑ گیا ہے۔ ﴿غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی بجائے ﴿عَزِيْزٌ رَّحِيْمٌ﴾ کہنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس میں بھی بہت بڑی حکمت ہے جو موقع پر مَیں بیان کروں گا۔

پہلی آیت سورۃ النور کی ہے ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا. اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾۔ اور تم میں سے صاحب فضیلت اور صاحب توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا یہ تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ النور آیت ۲۳)

یہ واقعہ اُفک سے متعلق آیت ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بعض ظالموں نے ایک جھوٹا الزام لگایا تھا۔ حضرت امام بخاری کتاب التفسیر میں اس واقعہ اُفک سے متعلق لکھتے ہیں۔ ایک لمبی روایت ہے جس کے آخر پر یہ ذکر ملتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی براءت فرمادی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والدین نے مجھ سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ کا شکریہ ادا کرو۔ اس پر مَیں نے کہا کہ خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی۔ مَیں نہ تو ان کا شکریہ ادا کروں گی اور نہ ہی آپ کا بلکہ مَیں تو صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی جس نے میری بریت فرمائی۔ آپ لوگوں نے تو اس الزام کے بارہ میں سنا مگر اسے جھوٹا قرار نہ دیا۔

اس جھوٹ کے پھیلانے والوں میں ایک شخص مِسْطَح بن اثاثہ بھی تھا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس کی مالی امداد کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی براءت فرمادی تو حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ آئندہ میں اس پر کچھ خرچ نہیں کروں گا اور نہ ہی اس کی کوئی مالی مدد کروں گا۔ اس پر ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ﴾ سے لے کر ﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ تک کی آیات نازل ہوئیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر فرمایا کہ بخدا کیوں نہیں، یعنی اللہ غفور رحیم ہے میں کیوں نہ اس کی خاطر معاف کروں۔ اے ہمارے رب ہماری تو آرزو یہی ہے کہ تو ہمیں بخش دے۔ تب آپ نے مِسْطَح کو جو کچھ آپ پہلے دیا کرتے تھے وہ سب پھر سے دینا شروع کر دیا۔ مِسْطَح کے متعلق روایت یہ ہے کہ کچھ کھانا گھر سے دیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی مالی امداد فرمایا کرتے تھے اور مِسْطَح ان لوگوں میں شامل ہو گیا تھا جو الزام لگانے والے تھے۔ اگرچہ اس نے الزام نہیں لگایا تھا مگر ان سے اس کا کچھ تعلق تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''جیسے خدا تعالیٰ نے اپنے اَخلاق میں یہ داخل کر رکھا ہے کہ وہ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار اور دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے''۔ ''وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار اور دعا و صدقہ سے ٹال دیتا ہے''۔ وعید سے مراد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا انذار کہ تم لوگوں سے ایسا سلوک کیا جائے گا جس میں انذار ہو اور کوئی قرب کا وعدہ نہ ہو۔ ''اسی طرح انسان کو بھی اُس نے یہی اَخلاق سکھائے ہیں جیسا کہ قرآن شریف اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جو منافقین نے محض خباثت سے خلافِ واقعہ تہمت لگائی تھی اس تذکرہ میں بعض سادہ لوح صحابہؓ بھی شریک ہو گئے تھے۔ ایک صحابی ایسے تھے کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو وقتہ روٹی کھاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس خطا پر قَسم کھائی تھی اور وعید کے طور پر عہد کر لیا تھا کہ مَیں اس بیجا حرکت کی سزا میں اس کو کبھی روٹی نہ دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی ﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾'' کہ عفو سے کام لیں اور معاف کر دیں۔ ﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے۔ ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

''تب حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اس عہد کو توڑ دیا اور بدستور روٹی لگا دی۔ اسی بنا پر اسلامی اَخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حُسنِ اخلاق میں داخل ہے۔ مثلاً اگر کوئی اپنے خدمتگار کی نسبت قَسم کھائے کہ مَیں اس کو ضرور پچاس جوتے ماروں گا تو اس کی توبہ اور تضرّع پر معاف کرنا سنّتِ اسلام ہے تا تخلّق باخلاق اللہ ہو جائے۔ مگر وعدہ کا تخلّف جائز نہیں۔ ترکِ وعدہ پر بازپُرس ہو گی مگر ترکِ وعید پر نہیں۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ۔ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۸۱)

یہاں ترک وعدہ اور ترک وعید سے مراد یہ ہے جیسا کہ شروع میں ظاہر کر دیا گیا ہے اگر دھمکی دی جائے کسی کو اور قسم کھا کر دھمکی دی جائے میں تم سے یہ سلوک کروں گا تو اس قسم کو توڑنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت اللہ کے مطابق ہے جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں تھا کہ باوجود اس کے کہ بڑی وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ یہ قوم ہلاک کر دی جائے گی مگر اس قوم کے تضرع کی وجہ سے وہ اس ہلاکت سے بچ گئی تھی تو یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اپنے وعید کو ٹال دیا کرتا ہے اگر توبہ، استغفار اور صدقات سے خدا تعالیٰ کی بخشش طلب کی جائے۔ لیکن جو وعدہ فرماتا ہے اس کو کبھی نہیں ٹالتا، یہاں تک کہ قوم بعض دفعہ بگڑ بھی جائے تب بھی وہ وعدہ ضرور پورا کرتا ہے۔ اب حضرت مسیحؑ سے جو غلبہ کا وعدہ تھا آپ کی قوم بعد میں بگڑ گئی مگر اللہ نے اپنا وعدہ ضرور پورا فرمایا اور آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ تمام دنیا پر مسیحی قوم کا قبضہ ہے تو اس لئے وعدہ اور وعید کا یہ فرق ملحوظ رکھیں۔

دھمکی دیں کسی کو تو قسم بھی کھائیں تو وہ توڑ دیا کریں اور اس کا کفارہ ادا کیا کریں اور اگر وعدہ کیا ہو کہ میں اس طرح کروں گا، تمہیں یہ دوں گا تو "عِدَةُ الْمُؤمِنِ كَاَخْذِالْكَفِ" کی حدیث کو یاد رکھیں کہ مومن کا وعدہ تو ایسا ہے جیسے ہتھیلی میں وہ چیز رکھ دی گئی ہو اور اس کو ٹالا نہیں جاسکتا۔ جو دے چکے وہ دے چکے۔

دوسری سورۃ النور کی آیت ۳۴ ہے ﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا. وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتَاكُمْ. وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾۔ ترجمہ: اور وہ لوگ جو نکاح کی توفیق نہیں پاتے انہیں چاہئے کہ اپنے آپ کو بچائے رکھیں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے۔ اور تمہارے جو غلام تمہیں معاوضہ دے کر اپنی آزادی کا تحریری معاہدہ کرنا چاہیں۔ اس کو مکاتبہ کہا جاتا ہے۔ بعض دفعہ بلکہ بسا اوقات غلام میں یہ طاقت نہیں ہوتی تھی کہ اپنی آزادی کے لئے پیسے پہلے دے دے۔ جتنی بھی اس کی قیمت قضاء مقرر کرتی تھی اس کے متعلق وہ توفیق ہی نہیں رکھتا تھا کیونکہ جو کچھ بھی وہ کماتا تھا وہ مالک کا ہو جاتا تھا اس لئے قضاء کے سامنے یہ عہد کرتا تھا کہ مجھے آزاد کردے اور میں اب جو کماؤں گا جو سب کچھ میرا ہوگا اس میں سے میں یہ قرضہ اتاروں گا۔ چنانچہ اس کو مکاتبہ کہا جاتا ہے۔

تو وہ لوگ جو اسلام پر الزام لگاتے ہیں غلامی کا اس قسم کے عہد کرنے کی یا کروانے کی ان کو تو اس زمانہ میں بھی توفیق نہ ملی۔ کتنے غلام انہوں نے امریکہ بھیجے۔ سارا امریکہ ان غلاموں سے آباد ہے اور اسی طرح جنوبی امریکہ، ہر جگہ انہوں نے غلاموں کی تجارت کی اور بڑی ظالمانہ تجارت کی اور کسی مکاتبہ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ کسی وقت بھی، مرتے دم تک وہ آزاد نہیں ہو سکتے تھے اور جو کچھ بھی کماتے تھے وہ سب کا سب ان کے مالک کا ہو جاتا تھا۔ تو یہ بھی ایک عظیم الشان آیت ہے اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ اسلام غلامی سے آزادی کی عظیم الشان تعلیم دیتا ہے اس کا عُشر عشیر بھی کسی دوسرے مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

اب اس کے بعد ایک ذرا مشکل سی آیت ہے جو سمجھنے والی ہے۔ فرمایا "اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ شادی کرنا چاہیں تو (روک کر مخفی) بدکاری پر مجبور نہ کرو"۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لونڈیوں سے پیشہ نہ کرواؤ، اس کی تو کسی صورت میں اجازت ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو شادی نہیں کرنے دیں گے تو بعید نہیں کہ وہ مخفی طور پر بدکاری کریں۔ یہ مفہوم اچھی طرح آپ کو سمجھ لینا چاہئے۔ اس لئے تم اُن کو روکے رکھو کہ آزاد ہو جائیں گی تو ہمیں جو فائدہ ان سے غلامی کا پہنچتا ہے وہ نہیں ملے گا۔ ایسا ہرگز نہ کرو۔ اور اگر کوئی ان کو بے بس کردے گا یعنی وہ مجبور ہو جائیں گی مخفی بدکاری پر تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ یعنی ان لونڈیوں سے بھی اللہ تعالیٰ حسن سلوک فرمائے گا اور ان کو بخش دے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"جو لوگ نکاح کی طاقت نہ رکھیں جو پرہیزگار رہنے کا اصل ذریعہ ہے تو ان کو چاہئے کہ اَور تدبیروں سے طلبِ عفت کریں۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو نکاح کرنے پر قادر نہ ہو اس کے لئے پرہیزگار رہنے کے لئے یہ تدبیر ہے کہ وہ روزے رکھا کرے۔......... نکاح سے شہوت رانی غرض نہیں بلکہ بد خیالات اور بد نظری اور بدکاری سے اپنے تئیں بچانا اور نیز حفظِ صحت بھی غرض ہے"۔

(آریہ دھرم۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۔۲۳)

اب سورۃ النور ہی کی ایک اور آیت میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس میں ﴿غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کا اعادہ ہے۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ. اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ. اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورۃ النور آیت ۶۳)

اس آیت میں بھی غفور اور رحیم دونوں صفات باری تعالیٰ کا ذکر اکٹھا ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہے:

"سچے مومن تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور جب کسی اجتماعی اہم معاملے پر (غور کے لئے) اس کے پاس اکٹھے ہوں تو جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں، اٹھ کر نہ جائیں۔

اب یہی وہ سنت ہے جس پر ہم مشاورت میں عمل کرتے ہیں۔ مشاورت میں لوگوں کو آنے کی تو دعوت دی جاتی ہے لیکن جب جانا چاہیں کسی کی کوئی حاجت ہو، کسی کو ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو ہاتھ کھڑا کر دیتا ہے اور پھر وہ صدرِ مشاورت سے اجازت لیتا ہے پھر باہر جاتا ہے۔ تو یہ جو جماعت احمدیہ کا دستور ہے یہ سنت کے خلاف نہیں بلکہ عین سنت کے مطابق ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ صدر کا مقام اور مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ وہ تو آنحضورؐ کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہ ہو تب بھی سنت تو جاری رہے گی اور سنت پر عمل کا تقاضا ہے کہ امر جامع جب بھی ہو، کوئی بڑا معاملہ ہو، عام مجلس نہیں بلکہ بڑا معاملہ ہو جس میں سب مل کر غور کر رہے ہوں تو اجازت کے بغیر کسی کو باہر جانے کی اجازت نہیں۔

پھر فرماتا ہے: 'پس جب وہ تجھ سے اپنے بعض کاموں کی خاطر اجازت لیں تو ان میں سے جسے چاہے اجازت دے دے۔ یعنی اجازت نہ دینے کا بھی اختیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تھا۔ اور اس کے ساتھ اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا رہ'۔ یعنی اہم کام کے لئے وہ کچھ دیر کے لئے باہر جا رہے ہیں تو اے رسول تُو ان کے لئے اس عرصہ میں کہ وہ باہر ہیں مغفرت طلب کرتا رہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بہت سی اچھی باتیں سننے سے وہ محروم رہ جائیں۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اب میں سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۷ آپ کے سامنے رکھتا ہوں ﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ تو کہہ دے کہ اسے یعنی قرآن کریم کو اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہے یقیناً وہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ زمین و آسمان کے بھید جانتا ہے کا اس غفور رحیم سے کیا تعلق ہے۔ حقیقت میں اگر آپ زمین و آسمان پر غور کریں تو بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا آپ کو علم بھی نہیں۔ اس میں لوگ بھی غلطیاں کرتے ہیں اور زمین و آسمان میں جو بھی مخلوق جہاں جہاں جس طرح بھی ہے اس سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ ﴿فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم نے یہ اعلان چودہ سو سال پہلے سے کر دیا تھا کہ زمین و آسمان کے درمیان کوئی خالی جگہ نہیں، کوئی خلاء نہیں۔ اس میں ضرور چیزیں موجود ہیں اور جاندار بھی موجود ہیں۔ ان سے کوئی غلطیاں جو ہوں وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

ایک اور آیات سورۃ الفرقان نمبر ۶۹ تا ۷۱ ہیں۔ ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ﴾ اور یقیناً وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی کو نہیں پکارتے ﴿وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ﴾ اور یقیناً ہرگز قتل نہیں کرتے اس جان کو اللہ تعالیٰ نے جس کا قتل حرام قرار دیا ہو مگر ﴿بِالْحَقِّ﴾ حق کے ساتھ یعنی خدا تعالیٰ کی اجازت کے ساتھ اور ان امور میں جہاں اللہ تعالیٰ نے انسانی قتل کو جائز قرار دیا ہو ﴿وَلَا يَزْنُوْنَ﴾ اور وہ زنا بھی نہیں کرتے۔ ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾ اور جو یہ کام کرے وہ بہت بڑا گناہ کمائے گا۔ ﴿يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھا دیا جائے گا ﴿وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾ اور اس میں نہایت ذلیل حالت میں لمبے عرصہ تک رہے گا۔ اتنے بڑے گناہوں کے باوجود ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾ ہاں سوائے اس کے کہ جو اپنے پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل بجا لائے۔ ﴿فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ﴾ تو یقیناً

یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ نیکیوں میں تبدیل کرتا چلا جائے گا ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت امام بخاریؒ نے ان آیات کی تفسیر میں یہ روایت اپنی کتاب صحیح بخاری میں درج فرمائی ہے حضرت سعید بن جبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ابن اَبْزیٰ نے کہا کہ ابن عباسؓ سے آیت کریمہ ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا﴾ اور آیت کریمہ ﴿وَلَايَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ کے بارہ میں پوچھو۔ تب مَیں نے اُن یعنی حضرت ابن عباس سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل مکہ نے کہا کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دیتے تھے، ہم ایسی جانوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی تھی قتل بھی کیا کرتے تھے اور ہم فواحش میں بھی مبتلا تھے اس لئے ہمارا کیا ہوگا؟۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ نازل فرمائی۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

یہ جو آیات ہیں یہ تو دائمی نوعیت کی ہوتی ہیں۔ یہ ایسا مسئلہ تھا کہ اگر کوئی عرب نہ بھی پوچھتے تب بھی ان دائمی آیات کریمہ نے تو ضرور نازل ہونا تھا مگر ایک موقع اور محل کی مناسبت سے یہ سوال اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دل سے اٹھوا دیا کرتا تھا اور جس وقت قرآن نازل ہو رہا ہوتا تھا اس وقت ان سوالات کا جواب قرآن کریم ہی کے مطابق ضرور دے دیا جاتا تھا تو اس لئے قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے جو اپنے پیش نظر رکھیں کہ اگر لوگ نہ بھی پوچھتے تو قرآن کی بہت سی آیات ایسی ہیں جنہوں نے بہر حال نازل ہونا تھا کیونکہ وہ دائمی نوعیت کی ہیں۔ یہ مسائل بھی صرف چودہ سو سال پہلے کے نہیں آج بھی ویسے ہی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے سوالات کو بہانہ بنا دیا اس وقت کے لئے، ان لوگوں کو سمجھانے کی خاطر کہ اس موقع پر یہ کچھ کرنا چاہئے۔

پھر سورۃ الشعراء کی آیات ۸ تا ۱۰ ہیں ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ . اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً. وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾۔ اب یہاں دیکھیں غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کی بجائے اَلْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ فرمایا ہے۔ عزیز کا معنی ہے بہت غلبہ والا اور بہت عزت والا۔ تو کیا انہوں نے دیکھا نہیں زمین کو کہ ہم نے کتنے ہی معزز جوڑے بنائے ہیں۔ کریم معنے معزز بھی ہے اور اعلیٰ درجہ کے بھی ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ اعلیٰ درجہ کے جوڑے ہم نے زمین میں اُگائے ہیں۔ اب دیکھیں درخت ہیں طرح طرح کے، طرح طرح کے پھل ہیں آپ کھاتے ہیں تو آپ خیال بھی نہیں کرتے کہ کیسے مٹی میں سے از خود یہ سب بلند ہو رہے ہیں اور کس طرح از خود ایک ہی پانی سے سیراب ہونے کے باوجود مختلف شکلوں کے پھل بن جاتے ہیں جن کا گودا آپ کے کام آجاتا ہے اور تھوڑے سے چھوٹے سے بیج جو ہیں وہ جانوروں کے لئے پھینک دئے جاتے ہیں پھر وہ کھائے جائیں تب بھی جانوروں کے پیٹ سے نکل کر دوبارہ بیج اگتے ہیں اور درخت بن جاتے ہیں اور جانور نہ بھی کھائیں تب بھی وہ زمین میں بکھیرے جاتے ہیں۔

اب یہ جو نظام اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے یہ ایک حیرت انگیز نظام ہے کیونکہ انسان نے اگر یہ نہ کھانا ہوتا تو ایک ہی جگہ درخت کے نیچے ہی سارے بیج گرتے، اس کے گودے کو ایسا عمدہ بنا دیا کہ مجبور ہے کہ وہ انہیں ضرور کھائے۔ اور جب وہ کھاتا ہے تو وہاں نہیں کھاتا جہاں پھل لگا ہو بہت دور کہیں کھاتا ہے۔ آج کل مثلاً بہت سے پھل ہیں بیجوں والے مثلاً سیب ہی ہیں جو مختلف ممالک سے یہاں آرہے ہیں اور کہیں آگے، ہزاروں میل پرے اُگے اور یہاں آ گئے۔ یہاں جو چیزیں اگتی ہیں وہ ہزاروں میل دور چلی جاتی ہیں۔ پس اس طرح بیجوں کا انتشار ہوتا رہتا ہے۔ یہ بھی گہری حکمت کے نتیجہ میں ہے۔

اس میں عزیز رحیم کیوں فرمایا ہے۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً. وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾۔ یہاں ﴿اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کے متعلق غور طلب معاملہ ہے کہ ان ساری باتوں کو دیکھنے کے باوجود اکثر لوگ مومن نہیں ہوتے لیکن ان کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا اور وہ اللہ کے رسول اور اس کے غلاموں کو عاجز نہیں کر سکتے۔ تو عزیز بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ غالب ہے وہ بے شک ایمان نہ لائیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خدا کا دین بہر حال غالب رہے گا اور وہ رحیم ہے اور بار بار رحم فرمانے والا بھی ہے۔

اب بیج بھی دیکھو کہ ہر موسم میں جب اُگتے ہیں تو پھر وہ موسم گزر جاتا ہے رحیمیت اس موسم کو پھر لے آتی ہے۔ پھر گزر جاتا ہے، پھر اگلے سال پھر رحیمیت اس موسم کو لے آتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرح تم بھی رحیم بننے کی کوشش کرو، اپنے فیض کو لوگوں پر جاری رکھو۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار کرو تو اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے لئے رحیم پاؤ گے۔

سورۃ الشعراء کی آیات ۶۶ تا ۶۹ ﴿وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ﴾ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے ان سب کو ہم نے اجتماعی طور پر نجات بخش دی۔ ﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ پھر دوسروں کو یعنی فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ اس میں یقیناً خدا تعالیٰ کا ایک بہت بڑا نشان ہے ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اب یہاں بھی وہی بات ہے کہ وہ مومن نہیں تھے لیکن اللہ کے دین کو بگاڑ نہیں سکے، ان کمزوروں کو مغلوب نہیں کر سکے جن کو اللہ عزیز نے غلبہ عطا کرنا تھا یعنی بنی اسرائیل کو جو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھے ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ یقیناً تیرا ربّ ہی ہے جو بہت بڑے غلبہ والا اور دائمی عزت والا ہے اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔ یعنی ان لوگوں کو بھی بار بار موقعہ دیا گیا تھا ایک بہت بڑا نشان تھا ان کے لئے اس بات میں کہ جب بھی وہ اپنے وعدوں سے مُنکر جاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ دوبارہ نشان دکھاتا تھا، پھر مُنکر جاتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ دوبارہ نشان دکھاتا تھا یہاں تک کہ جب ان پر حجت تمام ہو گئی تب اللہ نے پکڑا ہے اور یہ جو بار بار ان کو موقعہ دینا ہے یہ رحیمیت کا تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماتا تھا، پھر رحم فرماتا تھا مگر وہ اپنے گناہوں سے اور تکبر سے باز نہیں آئے۔

سورۃ الشعراء کی ۱۰۱ تا ۱۰۵ آیات ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ﴾ اب ہمارا کوئی بھی شفاعت کرنے والا نہیں ﴿وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ﴾ نہ کوئی سچا گہرا دوست ہے ﴿فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ یہ جو گفتگو ہے یہ کفار قیامت کے دن آپس میں کریں گے۔ وہ کہیں گے آج تو ہمارا کوئی شافع نہیں۔ ہم سمجھا کرتے تھے کہ ہماری شفاعت کرنے والے لوگ ہمارے لئے ہونگے، کوئی گہرا جگری دوست نہیں ﴿صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ﴾ ہاں اگر ایک دفعہ ہمارا لوٹ جانا ہو، ہمیں ایک دفعہ اللہ تعالیٰ واپس کر دے ﴿فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ تو ہم ضرور پکے مومنوں میں سے ہو جائیں گے۔

یہ بات کبھی بھی نہیں ہوا کرتی۔ جب نجات ملتی ہے پھر انہی چیزوں میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے جن چیزوں میں پہلے مبتلا تھا یعنی ہر انسان نہیں بلکہ وہ جو بد نصیب ہو۔ تو مرنے کے بعد بھی پھر کوئی نجات ایسی ممکن نہیں۔ اس دنیا میں بھی یہی ہوتا ہے۔ جب انسان بار بار گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اور باز نہیں آتا تو پھر آخر ایک وقت پہنچ کے اللہ پھر اپنے عزیز ہونے کو ثابت کرتا ہے اور اپنے غلبہ کو اس کو دکھا دیتا ہے ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ اور یقیناً تیرا رب ہی ہے جو بہت غلبہ والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

یہاں ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ﴾ کا لفظ قابل غور ہے۔ بار بار یہاں "یقیناً تیرا رب" کے الفاظ دہرائے جا رہے ہیں۔ اس سے مراد ربّ محمد ﷺ ہے کہ اے محمدؐ تیرا رب ایسا ہے کبھی ترک نہیں کرے گا اس وعدہ کو کہ تجھے غلبہ دیا جائے گا جو چاہے دشمن کرتا رہے تیرا رب ایسا ہے جو عزیز ہے، جو بہت زیادہ قوی اور عزت والا اور غلبہ والا ہے۔ پس اگر یہ نہیں مانتے تو اللہ بھی رحیم ہے اور تُو بھی رحیم ہے۔ تُو بار بار ان کو موقعہ دیتا چلا جاتا ہے ان پر رحم فرماتا ہے لیکن یہ بد نصیب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رحم اور تیرے رحم سے کوئی استفادہ نہیں کرتے۔

یہ سورۃ الشعراء کی ۱۴۰ تا ۱۴۱ آیات ہیں ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ﴾ پس انہوں نے جھٹلا دیا اپنے وقت کے نبی کو۔ ﴿هٗ﴾ سے مراد وقت کا نبی ہے ﴿فَاَهْلَكْنٰهُمْ﴾ تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ یقیناً اس میں ایک بہت بڑا نشان ہے ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

مُؤْمِنِيْنَ﴾ اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ تھوڑے تھے جو اپنے وقت کے نبی پر ایمان لائے ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ اور یقیناً تیرا رب ہی ہے اے محمدؐ! تیرا ہی رب ہے جو بہت بڑے غلبہ والا اور بہت عزت والا ہے اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

اب سورۃ الشعراء ہی کی آیات ۱۵۶ تا ۱۶۰۔ ﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ وقت کے نبی نے کہا کہ یہ اونٹنی ہے اس کے لئے بھی گھاٹ ہے، پانی پینے کا ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے۔ ﴿وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ اور تمہارے لئے بھی ایک معین وقت میں تمہارے اونٹوں اور جانوروں کو پانی پلانا ہے ﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ﴾ پس جب یہ اونٹنی جس پر چڑھ کر مَیں تبلیغ کے لئے نکلتا ہوں پانی پینے کے لئے آئے تو اس میں حائل نہ ہوا کرو، بری نیت سے اس کو نہ پکڑنا۔ اگر ایسا کرو گے تو یقیناً بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا۔ اس کے باوجود کیا ہوا ﴿فَعَقَرُوْهَا﴾ انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ ﴿فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾ اس کے نتیجہ میں پھر ان کو نادم ہونا پڑا یعنی جب عذاب نازل ہوا تو پھر کوئی حسرت تھی ان کی صرف، یہاں ندامت سے مراد حسرت ہے کہ اُن کے لئے سوائے حسرت کے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ ﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ﴾ تو حضرت صالحؑ نے جیسا کہ وعدہ کیا تھا ﴿فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ان کو عذاب نے پکڑ لیا۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ یقیناً اس میں ایک بہت بڑا نشان ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اب پھر دیکھئے ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ جہاں بھی لفظ عزیز کے ساتھ رحیم کو جوڑا ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مخاطب کر کے بلا استثناء ہر دفعہ آپؐ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے تیرا رب بہت ہی عزیز ہے اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بھی یہ دونوں صفات عطا کی گئی تھیں ﴿عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ...... بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بہت مضبوط تھے اپنی پکڑ میں اور عزت والے تھے اور مومنوں کی تکلیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو تکلیف پہنچاتی تھی یہاں عزیز کا ایک معنیٰ دکھ محسوس کرنا بھی ہے۔ ﴿عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ آپؐ پر بھی یہ بات شاق گزرتی تھی کہ مومن تکلیف اٹھائیں۔ یہاں عزیز کا ایک معنیٰ صرف غلبہ والا نہیں بلکہ دُکھ میں مبتلا ہونے والا بھی ہے۔ پس اس پہلو سے اس کا یہ مطلب ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ بات دکھ پہنچاتی تھی کہ تم یعنی اے مومنین تم مشکل میں مبتلا ہو، مشکل تو تمہیں پڑتی ہے اور اس کا سب سے زیادہ دکھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ہوتا ہے۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ لیکن اے محمدؐ یاد رکھ یہ تیرا رب ہی ہے جو لازماً دائمی عزت اور دائمی غلبہ والا ہے اور وہ بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

اب آخر پر تین آیتیں ہیں سورۃ الشعراء ہی کی ۱۷۴ تا ۱۷۶ ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ اور ہم نے ان پر ایک قسم کی بارش برسائی۔ مَطَرًا سے مراد ایک بارش بھی ہے اور ایک قسم کی بارش بھی ہے کیونکہ یہ بارش پانی کی بارش نہیں تھی بلکہ پتھروں کی بارش تھی۔ ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا﴾ تو ہم نے ان کے اوپر ایک قسم کی بارش برسائی۔ ﴿فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ جن کو ڈرایا جاتا ہے ان پر جو بارش برستی ہے وہ بہت ہی بری ہوتی ہے۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً﴾ اب اس میں ایک بہت بڑا نشان ہے ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اور ان میں سے اکثر ایسے تھے جو ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اب دیکھئے ہر جگہ جہاں عَزِيْزٌ رَّحِيْمٌ ہے وہاں اِنَّ رَبَّكَ کا لفظ ضرور موجود ہے جو عجیب شان ہے قرآن کریم کی، اس میں کوئی تضاد نہیں، کوئی اختلاف نہیں، بڑی گہری حکمت کے ساتھ صفات کو جوڑا گیا ہے اور ان کو اسی طرح دُوہرایا گیا ہے۔ ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ﴾ اور یاد رکھ کہ تیرا رب ہی ہے (لَهُوَ) وہی ہے جو بہت غالب ہے، بڑی عزت والا اور غلبہ والا ہے، دائمی عزت والا اور دائمی غلبہ والا اور رحیم اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

پس ہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کے تو غلام ہیں ہمیں بھی یہ وعدہ دیا گیا ہے جب تک ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں گے ہم اس وجہ سے کہ محمد ﷺ کا رب عزیز ہے، ہم بھی عزیز ہونگے اور یقیناً عزت کے ساتھ دائمی غلبہ حاصل کریں گے اور کرتے چلے جائیں گے کوئی اس تقدیر کو روک نہیں سکتا کیونکہ خدا کا وعدہ اپنے بندے محمدؐ سے ہے اور فرمایا ہے: اے محمدؐ تیرا رب بہت عزیز ہے۔ پس ہم بھی تو اسی محمدؐ کے غلام ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے دائمی غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور آج کل جماعت احمدیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک یہ ظاہر کر رہا ہے اور کرتا چلا جا رہا ہے اور آئندہ بھی اس سے زیادہ کرتا چلا جائے گا کہ ہر سال جماعت احمدیہ کا غلبہ بڑھتا چلا جا رہا ہے اتنا زیادہ بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ گویا اب ان کا حساب رکھنے کا بھی ایک مسئلہ بن گیا ہے، کس طرح اتنی بیعتوں کو ہم اکٹھا کریں اور اجتماعی بیعتیں ہوتی ہیں اور اجتماعی ذکر ملتے ہیں کہ اتنی بیعتیں ہوئیں ان ساروں کے جو بیعت فارم ہیں وہ یہاں مرکز کو نہیں بھیجے جا سکتے۔ کروڑوں بیعت فارم کس طرح مرکز بھیجے جائیں گے اور کیسے جمع کئے جائیں گے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب بیعتوں کا رجسٹر بند کرنا پڑے گا۔ اس کثرت سے ہونگی کہ تم ان کو سنبھال نہیں سکتے۔ وہی عزیز رحیم خدا ہمارا بھی خدا ہے، ہمارا بھی ربّ ہے کیونکہ وہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا رب ہے اور اس بات کو وہ بار بار پورا فرماتا چلا جا رہا ہے اور آئندہ سالوں میں بھی آپ دیکھیں گے کس شان کے ساتھ ان وعدوں کو وہ پورا کرتا چلا جائے گا۔

پس آپ بھی عزیز رحیم بنیں۔ عزت والا غلبہ حاصل کیا کریں، ظلم والا غلبہ نہیں۔ ابھی بھی ہماری جماعت میں بہت سے بدنصیب ایسے ہیں جو جبر اور ظلم کا غلبہ حاصل کرتے ہیں ان کو یہ آیات سمجھانے کے لئے کافی ہونی چاہئیں مگر افسوس کہ وہ بار بار نصیحت نہیں پکڑتے، اپنی بیویوں پر ظلم کرتے ہیں، اپنے اہل و عیال پر ظلم کرتے ہیں، غیروں پر ظلم کرتے ہیں، اپنے بھائیوں پر ظلم کرتے ہیں مگر وہ غلبہ عزت والا غلبہ نہیں، وہ ذلت والا غلبہ ہے۔ پس آپ خوب یاد رکھیں کہ آپ کو عزیز رحیم سے اگر تعلق جوڑنا ہے تو آپ کو لازماً عزت والا غلبہ حاصل کرنا چاہئے جو دلوں پر حکومت کے ذریعہ ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو نصیب ہوا۔ آپؐ نے دلوں پر حکومت کی اور اس کے نتیجہ میں آپؐ کو حیرت انگیز غلبہ عطا ہوا اور یہ غلبہ پھیلتے پھیلتے دنیا کے کونے کونے تک جا پہنچا۔ پس اللہ ہمارے ساتھ ہو، اللہ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اس عزیز اور عزت والے غلبہ کی توفیق عطا فرمائے۔